رسولِ خدا

مصنفہ

سرکار سید العلماء

مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ

مطبوعہ

سرفراز قومی پریس لکھنؤ

تعارف

یہ کتاب پیغمبر اسلام، رسول خدا، نبی آخر محمد مصطفیٰؐ کی مختصر ترین سوانح عمری بلکہ حالات کے اختصار کو دیکھتے ہوئے کہا جائے کہ بالکل ناواقف افراد کے لیے ایک مجمل تعارف ہے۔

تعفن اور گندگی سے بھری ہوئی موجودہ دنیا کے لیے شدید سے شدید تر ضرورت ہے کہ آپ کی انتہائی جامع سوانح عمری موجودہ دماغوں کے مطابق مختلف زبانوں میں شایع کی جائے۔

آپ کے مقصد کی بلندی، طینت کی نیکی، قول کی سچائی، عمل کی پختگی اور ارادے کی مضبوطی نے جب عرب کے سے جاہل ترین۔ وحشی اور جنگلی بدوؤں کی فطرت بدل کر اُن میں انسانیت بھر دی، وہاں کی اوسر، بنجر زمین اور ریگ کے تودوں میں لہلہاتے ہوئے سبز و شاداب باغات لگا دیئے تو موجودہ دنیا جس کو بے حد متمدن کہا جاتا ہے ایسی یہاں کی کئی گندگی ہے جو آپ کے تعلیمات سے متاثر نہ ہوگی بلکہ ضرور اثر لے کر رہے گی۔

مادیت اور لامذہبیت کا پرچار کرنے والے، سفاکیت اور بربریت کو بلندی دینے والے، اُخوت و محبت کا گلا گھونٹنے والے، ہمدردی و ایثار کو ملیامیٹ کرنے والے، خود کو عذاب میں مبتلا دیکھ کر اب پھر مذہب کی طرف مُڑ رہے ہیں۔ اس وقت کچھ دُھن کے پکے بات کے دھنی کمر ہمت باندھ کر محمد مصطفیٰؐ اور علی مرتضیٰؑ کے سوانح حیات شائع کرنے اور نشر کرنے پر تُل جائیں تو دنیا بہت کچھ نیکیوں سے پُر ہو سکتی ہے۔ کاش ایسا ہو سکتا۔

خادم مشن

سید آفاق حسین رضوی آنریری سکریٹری

M.A.LIBRARY, A.M.U.
U15184
CHECKED

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی محمد سید الانبیا
والمرسلین وآلہ الطیبین الطاہرین -

اسلام نے ایک "نظام تمدن" کی حیثیت سے تاریخ عالم میں جو نمایاں جگہ حاصل کی ہے، اس کو دیکھتے ہوئے "پیغمبر اسلام" کی سیرت زندگی میں صرف اس مذہب کے پیرووں ہی کے لیے ایک مقدس اور بابرکت ذکر سمجھ کر جاذبیت نہیں ہے بلکہ تاریخ عالم میں انسانی تمدن و تہذیب کے ارتقاء کی ایک نمایاں منزل ہونے کی بناء پر اسے مشترکہ اہمیت حاصل ہے۔

یہ بدقسمتی ہے کہ آج کل کالجوں اور اسکولوں کے مسلمان بچے بھی دوسرے فلاسفر و حکماء وغیرہ کے حالات زندگی سے بہ نسبت اپنے رسول کے زیادہ واقفیت رکھتے ہیں۔

مقدس رہنمایان دین کے مختصر حالات کا یہ سلسلہ اسی لیے شروع کیا جا رہا ہے کہ جنہیں بڑی بڑی کتابوں کے پڑھنے کی فرصت نہیں ہے وہ ان مختصر حالات کو پڑھ کر محفوظ رکھ سکیں -
اس سلسلہ کی پہلی کڑی حضرت ختم الانبیاء پیغمبر اسلام محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس حالات کے ماتحت اس رسالہ کی صورت میں پیش کی جا رہی ہے -

نام و نسب :- حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی اولاد میں ایک فرزند اسحٰق کی اولاد

سے بنی اسرائیل تھے جن میں حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور بہت سے دوسرے مشہور پیغمبر ہوئے۔ اور دوسرے فرزند اسمٰعیل کے بارہ بیٹوں میں قیدار کی اولاد حجاز میں آباد ہو گئی جن میں عدنان سب سے زیادہ مشہور تھے۔ پیغمبر اسلام ان ہی کی اولاد میں سے تھے

آپ کا نسب نامہ عدنان تک اس طرح ہے۔

محمد ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب، ابن ہاشم، ابن عبد مناف، ابن قصی، ابن کلاب ابن مرہ، ابن کعب، ابن لوی ابن غالب، ابن فہر، ابن مالک، ابن نضر، ابن کنانہ، ابن خزیمہ ابن مدرکہ ابن الیاس، ابن مضر ابن نزار ابن معد ابن عدنان۔

ان میں سے نضر بن کنانہ کی اولاد قریش کہلاتی تھی۔ حضرت کی والدہ آمنہ بنت وہب، بن عبد مناف، بن زہرہ، بن کلاب، بن مرہ تھیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ حضرت ماں اور باپ دونوں طرف سے قریش کے ممتاز قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

ولادت | سنہ ۵۷۰ عیسوی میں جس سال ابرہہ حبشی نے خانۂ کعبہ پر ہاتھیوں کی فوج کے ساتھ فوج کشی کی تھی جس سے عربوں نے "عام الفیل" کے نام سے سنہ مقرر کر لیا، اسی سال جمعہ کے دن ۱۷ ربیع الاول کو حجاز کی سرزمین مکہ پر حضرت کی ولادت ہوئی۔

یتیمی | تاریخی حیثیت سے یہ مسلم ہے کہ حضرت کے سر پر باپ کا سایہ دنیا میں باقی نہیں رہا۔ آپ کے والد جناب عبداللہ کا انتقال ہو گیا، اسی وقت جب آپ ابھی ماں کے پیٹ میں تھے یا پیدا ہونے کے بعد آپ دو مہینے یا سات مہینے کے تھے یا زیادہ سے زیادہ دو برس یا دو برس اور چار مہینے، یہ آخری مدت ہے۔ بہرحال مورخین میں اس کی تعیین میں اختلاف ہے جس میں کوئی قابل اطمینان فیصلہ دشوار ہے۔

ضرورت حال کی حسرت خیزی اور بڑھ جاتی ہے اس سے کہ چھ سال کی عمر جب ہوئی تو شفیق ماں کا بھی سایہ سر سے اٹھ گیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ قدرت کی مرضی یہی تھی کہ تمام عالم کو اپنی محبت و شفقت کے سایہ میں جگہ دینے والا خود باپ اور ماں دونوں کے سایۂ عاطفت سے کمسنی ہی میں محروم ہو جائے۔

تربیت | قبیلۂ بنی سعد میں سے حلیمہ وہ خوش قسمت خاتون تھیں جو رسول اللہ کی رضاعت (دودھ پلانے) کے لیے مقرر ہوئیں اور اس دوران میں انھوں نے آپ کو اپنے گاؤں میں رکھا اس کے بعد چھ برس کے سن تک آپ اپنی والدہ گرامی کے ساتھ رہے۔ جب ماں کا بھی سایہ سر سے اٹھ گیا تو آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا اور اپنی اولاد میں سب سے زیادہ محبت و شفقت کے ساتھ آپ کی پرورش شروع کی۔ مگر دو برس کے بعد جناب عبدالمطلب کا بھی وفات ہوگئی۔ انہیں اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں فکر تھی تو اس بچہ کی حفاظت و نگہداری کی جس کے متعلق انھیں یقین تھا کہ آگے چل کر دنیا کے سامنے اس کا بہت بڑا مرتبہ نمایاں ہوگا۔ اس لیے جب اپنی زندگی سے بالکل مایوسی ہوگئی تو انھوں نے اپنے فرزند ابوطالب کو بلا کر محمدؐ کو ان کے سپرد کر دیا حالانکہ دوسرے بھائی سن میں ان سے بڑے موجود تھے مگر عبدالمطلب کی نگاہ دوربین دیکھ رہی تھی کہ محمدؐ کے لیے جس طرح ابوطالب جاں نثاری کے ساتھ خدمات انجام دیں گے اس طرح کوئی دوسرا انجام نہیں دے گا

چنانچہ ابوطالب نے اپنی زندگی کی آخری سانس تک ہر طرح کے سخت سے سخت اوقات میں محمد مصطفیٰؐ کی نصرت و حمایت میں اس عہد کو پورا کیا جو وہ اپنے بزرگ مرتبہ باپ عبدالمطلب سے ان کی آخری گھڑی میں کیا تھا اور اپنی آخری آخر وقت کے عالم میں کر چکے تھے آٹھ برس کے سن سے اپنی زندگی کے آخر تک رسولؐ کے ساتھ ان کے چچا ابوطالب وہ محبت تھا

صرف کرتے رہے جو چچا اپنی اولاد کے ساتھ صرف کرتے تھے اور چچی فاطمہ بنت اسد وہ شفقت کرتی تھی جس سے رسول کو ماں کی محبت کا لطف حاصل ہو جاتا تھا اس لیے آپ نے خود فاطمہ بنت اسد کے انتقال کے موقع پہ یہ لفظیں فرمائیں کہ "یہ میری ماں کے بعد میرے لیے ماں کا درجہ رکھتی تھیں"

شام کا پہلا سفر جب حضرت کی عمر ۱۲ برس کی تھی تو ابوطالبؑ نے تجارت کے لیے شام کی جانب سفر کیا۔ اس سفر میں آپ بھی اپنے چچا کے ساتھ گئے اور اسی ذیل میں بحیرا راہب نے آپ کو دیکھ کر اُن آثار کی بنا پر جو گزشتہ آسمانی کتابوں میں مذکور تھے کہا کہ یہ بچہ نبی ہونے والا ہے اور اسے بڑا اقتدار حاصل ہوگا۔ یہ ملاقات بحیرا سے اثنائے راہ میں صرف تھوڑی دیر کے لیے ہوئی۔ کوئی غلط روایت بھی اس کا پتہ نہیں دیتی کہ آپ نے وہاں کچھ عرصہ تک قیام کیا ہو۔

حلف الفضول میں شرکت جب آپ کی عمر بیس سال کی تھی تو قریش میں حلف الفضول کا عہدنامہ ہوا کہ جو بے نظیر شریفانہ اصولوں پر مبنی تھا۔ عبدالمطلب کے انتقال کے بعد قبائل عرب میں طوائف الملوکی اور بدامنی پیدا ہو گئی تھی یہاں تک کہ پردیسیوں کے جان و مال مکہ میں محفوظ نہ رہے تھے۔ اس لیے بنی ہاشم کی دعوت پر زہرہ اور تیم کے قبیلے بھی متفق ہوئے اور سب نے عبداللہ بن جدعان کے مکان پر جمع ہو کے یہ عہد کیا کہ ہم ہمیشہ مظلوم کا ساتھ دیں گے اور اُس وقت تک چین نہ لیں گے جب تک کہ اُس کی شکایت رفع نہ ہو جائے اور ہم ایک دوسرے کی حق کوشی میں مدد کریں گے۔ اس معاہدہ میں حضرت محمد مصطفیٰ نے بھی شرکت فرمائی۔ یہاں تک کہ ظہور اسلام کے بعد جب عرب کے دوسرے زمانہ جاہلیت کے معاہدات کالعدم کر دیے گئے تھے

تو بھی آپ اس معاہدہ کا اپنے کو پابند سمجھتے ہوئے فرماتے تھے کہ آج بھی اگر کوئی مجھے اس معاہدہ کی بنا پر آواز دے تو میں اُس کی آواز پر لبیک کہوں گا۔

سفر تجارت رسول کی عمر پچیس سال کی تھی جب آپ خدیجہ بنت خویلد کے اموال تجارت کو لے کر شام کی طرف گئے یہ تجارت کی مہم اتنی کامیابی کے ساتھ انجام پائی کہ جتنا نفع ہر سال خدیجہ کو ہوا کرتا تھا اُس سے دو نا نفع اس سال ان کو حاصل ہوا۔

شادی تجارتی معاملات کے ذیل میں رسول کے محاسن اخلاق، امانت و دیانت اور بلندی ذات و صفات کا جناب خدیجہ کے دل پر نہایت گہرا اثر پڑ چکا تھا اور خود جناب خدیجہ کے حسن معاملت اور کردار کا رسول خدا کی نظر میں بھی وزن تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب آپ کو جناب خدیجہ کے ساتھ شادی کے پیغام دینے کی طرف متوجہ کیا گیا تو آپ نے صرف یہ عذر فرمایا کہ خدیجہ کافی مالدار ہیں، میری اتنی مالی حیثیت نہیں ہے کہ میرے ساتھ وہ شادی پر تیار ہو سکیں لیکن درمیانی شخص نے جب اُن کے رضامند ہونے کی ذمہ داری لی تو آپ نے بخوشی پیغام دینا پسند فرمایا۔ وہی ہوا کہ جناب خدیجہ نے اسے فوراً منظور فرما لیا چنانچہ تاریخ عقد مقرر ہوئی جناب خدیجہ کی طرف سے اُن کے چچا عمرو بن اسد نے اور حضرت کی جانب سے آپ کے چچا ابوطالب نے خطبۂ عقد اور ایجاب قبول کے مراسم ادا کیے۔ باوجودیکہ جناب خدیجہ عمر میں حضرت سے کافی زیادہ تھیں مگر اُن کے حسن سیرت کی آپ کی نظر میں اتنی عزت تھی کہ آپ نے اُن کی زندگی میں کسی دوسری عورت سے عقد کا تصور بھی نہیں فرمایا۔

سیرت کی بلندی۔ بچپن سے جوانی تک کی زندگی کے تجربات نے عربوں پر یہ

اثر کیا کہ انھوں نے متفقہ طور پر آپ کی راست بازی اور امانت داری کو تسلیم کر لیا اور آپ کو صادق اور امین کے القاب سے یاد کرنا اور اپنی امانتوں کو آپ کے پاس رکھوانا شروع کر دیا اس کے علاوہ اہم معاملات میں آپ کے مشوروں کو قابل قبول سمجھنے لگے۔ چنانچہ خانہ کعبہ کی تعمیر کے موقع پر حجر اسود کے نصب کرنے کی عزت حاصل کرنے کی کوشش میں مختلف قبیلوں کے درمیان جو تنازع کی صورت ہو گئی تھی وہ آپ ہی کے حکیمانہ فیصلہ سے دور ہوئی اور سب نے اس کو بخوشی تسلیم کر لیا۔

بعثت | حضرت کی عمر چالیس برس کی تھی جب آپ ۲۷ رجب کو تبلیغ رسالت کے فریضے پر مامور ہوئے اور عملی طور پر خداوندی پیغام کے حامل قرار پائے۔ آپ نے بحیثیت رسول اپنے پیغام کو سب سے پہلے اپنی رفیقۂ حیات خدیجہ بنت خویلد تک پہونچایا جس پر وہ سچے دل سے ایمان لائیں۔ اور آپ کے چچا زاد بھائی علی ابن ابی طالبؑ جو برابر آپ کے ساتھ ساتھ رہتے تھے اور آپ کی رسالت کی عظمتوں کے پہلے سے عینی شاہد تھے۔ آپ کے دعوائے رسالت کے سب سے پہلے گواہ بنے۔ پھر رفتہ رفتہ دوسرے افراد تک بھی یہ آواز پہونچ گئی اور اکا دکا لوگ آپ کے دعوے پر ایمان لاتے رہے مگر ابھی تک تبلیغ رسالت رازداری کے ساتھ خاص خاص لوگوں کے سامنے کی جاتی تھی اور علی الاعلان اپنی آواز کو بلند کرنے کا موقع نہ آیا تھا۔ جو لوگ اسلام قبول کرتے تھے انھیں بھی حکم یہی تھا کہ وہ مخفی طور پر اپنے مذہبی فرائض انجام دیں اور اس کی عام اشاعت نہ کریں۔

دعوتِ عشیرہ | تین برس اس طرح رازداری کے ساتھ فرض تبلیغ ادا ہونے کے بعد دوسری منزل یہ تھی کہ اپنے قریبی عزیزوں کے مجمع میں اعلان کا حکم آیا۔ آپ نے حضرت علی بن ابی طالب کو حکم دیا کہ دعوت کا سامان کرو چنانچہ

سامان دعوت کیا گیا اور اس میں تمام قریش کے ممتاز افراد کو مدعو کیا گیا۔ سب جمع ہو گئے کھانے کے بعد حضرت نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں وہ چیز لے کر آیا ہوں جو دنیا اور آخرت دونوں میں بہتری کی ضامن ہے۔ میں خلق خدا کو توحید اور اصلاح عمل کی طرف بلانے پر مامور ہوں۔ تم میں سے کون ہے جو اس مہم میں میرا ساتھ دے گا تاکہ وہی میرا رفیق، میرا وصی اور میرا خلیفہ ہو۔ مجمع میں ایک سناٹا سا چھا گیا۔ کسی نے کچھ جواب نہ دیا مگر صرف ایک جوان کمسن بچہ تھا جو اٹھ کھڑا ہوا اور کہا میں آپ کا اس مہم میں دست و بازو ہوں گا۔ یہ علی بن ابی طالب تھے جو عملی طور پر پہلے ہی سے رسولؐ کے بازو بنے ہوئے تھے اور اس طرح وہ تمام مجمع کے سامنے بھی عہد وفاداری کر رہے تھے۔ پیغمبر نے علیؑ کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ یہی میرا رفیق، میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے۔

مصائب و شدائد | رسولؐ نے قریش کے سامنے علانیہ بت پرستی کی مذمت اور خدا پرستی کی تبلیغ شروع کر دی۔ قریش آپ کی ایذا رسانی پر آمادہ ہو گئے مگر ابوطالب کی شخصیت سے جو آپ کی محافظ تھی وہ مجبور رہے۔ آخر ان میں کے جو ممتاز افراد تھے وہ مل کر ابوطالب کے پاس آئے اور بہت تلخ الفاظ میں رسولؐ کی شکایت کی اور کہا کہ یا تو اپنے بھتیجے کو روکیے اور یا آپ درمیان سے ہٹ جائیے۔ ہم ان سے سمجھ لیں گے۔ ابوطالب نے حضرت سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند رکھ دیں تب بھی میں کام حق سے خاموش نہیں ہو سکتا۔ ابوطالب نے ان لوگوں کو جواب صاف دے دیا جس سے ان کی عداوت کا شعلہ اور زیادہ بھڑک گیا اور خصوصیت کے ساتھ ان غریب مسلمانوں کو بہت تکلیف پہنچانے لگے جنہوں نے رسالت پیغمبر پر ایمان قبول کیا تھا۔

ہجرت اولیٰ | بعثت کا پانچواں سال تھا اور ان پر مظالم بہت ہونے لگے تو آپ نے اپنے صحابہ کو ملک حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ کافی تعداد میں مسلمان حبشہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان مہاجرین کے سرگروہ جعفر بن ابی طالب تھے جنہوں نے وہاں حبش کے بادشاہ کے دربار میں اسلامی تعلیمات کی ترجمانی اور تبلیغ

کا بھی فرض انجام دیا جس سے بادشاہ اور ارکانِ سلطنت کے دل پر اسلامی مذہب کی عظمت کا سکہ جم گیا اور مسلمانوں کو وہاں اطمینان و سکون کے ساتھ قیام کا موقع ملا۔

محاصرہ | حبشہ میں مسلمانوں کی کامیابی کے حالات کو سُن کر مشرکین کے بغض و حسد میں اور ترقی ہوئی اور اُنھوں نے آپس میں متفق ہو کر یہ طے کیا کہ بنی ہاشم کا پورے طور پر بائیکاٹ کیا جائے نہ صرف یہ کہ ان کے ساتھ شادی بیاہ جائز نہ سمجھا جائے بلکہ اُن کے ساتھ خرید و فروخت بھی نہ کی جائے بلکہ یہاں تک کہ ضروریاتِ زندگی پانی اور کھانا تک پہونچنے نہ دیا جائے۔ ناچار ابوطالب نے رسول کو لے کر ایک محفوظ مکان میں جو پہاڑ کی گھاٹی میں ایک قلعہ کی صورت پر تھا منتقل کر دیا۔ یہ واقعہ رسالت کے ساتویں سال کا ہے اور تین برس مسلسل یہ محاصرہ قائم رہا۔ اس دوران میں حضرت رسولِ خدا اور آپ کے ساتھ تمام بنی ہاشم کو سخت تکالیف و شدائد کا مقابلہ کرنا پڑا یہاں تک کہ کئی کئی وقت ایسے گزر جاتے تھے کہ آب و طعام میسر آتا تھا تین برس کے بعد یہ بائیکاٹ ختم ہوا اور یہ لوگ قلعہ سے باہر نکل سکے۔

دو بڑے صدمے | افسوس ہے کہ اس محاصرہ کے ختم ہونے سے دو ہی مہینے کے بعد بعثت کے دسویں سال ابوطالب کا اور اُن کے صرف پینتیس دن بعد خدیجہ بنت خویلد کی وفات ہو گئی۔ ان دونوں آدمیوں کی رحلت کا رسول اللہؐ کو شدید صدمہ پہونچا۔ اسی سے آپ اس سنہ کو "عام الحزن" (رنج کا سال) فرمایا کرتے تھے۔

طائف کا سفر | ابوطالب کے بعد قریش کی ایذارسانی بہت بڑھ گئی۔ وطن کا زمین رسول کے لیے خارزار بن گئی۔ آپ کو اسلام کی اشاعت کے لیے اب کسی مناسب مقام کی تلاش بھی تھی، چنانچہ آپ نے بعثت کے دسویں برس کے آخر میں ایک پناہ گزیں کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ ایک داعیِ حق کی حیثیت سے طائف کی طرف سفر کیا بالکل بے زاد و بے توشہ صرف زید بن حارثہ کو ساتھ لیے ہوئے آپ نے عرب کے اس سرسبز مقام پر دس دن قیام کیا اور فرداً فرداً اسلام کا پیغام ہر ایک تک پہونچایا مگر افسوس کہ

ہدایت کی کھیتی کے لیے یہ شاداب زمین بھی اور سرسبز ثابت ہوئی نہ صرف یہ کہ اُن لوگوں نے آپ کی آواز پر لبیک نہیں کہی بلکہ اپنے یہاں ٹھہرنے بھی نہیں دیا اور جسم مبارک پر پتھر برسانا شروع کیے آپ پھر مکہ معظمہ واپس آئے مگر یہ تمام مشکلات آپ کے قدم کو راہِ حق میں مسلسل کوشش سے باز نہ رکھ سکے۔

انصار کی ملاقات | مکہ معظمہ میں ہر سال رجب اور شعبان کے خاص بازار لگتے تھے اور اُن میں مختلف اطراف و جوانب سے قبائل جمع ہوتے تھے اس موقع پر شعرائے عرب اپنے قصیدے سناتے تھے تجار اپنے اموال تجارت لا کر فروخت کرتے تھے اور رسول کا کام یہ تھا کہ وہ قبائل عرب کے سامنے اپنے پیغام توحید کو پیش کریں کہ اُن کو اپنی حمایت و نصرت کی دعوت دیتے تھے مگر دعوتِ حق کی آواز اُنہی دلوں پر اثر کیا کرتی ہے جن میں کسی حد تک صلاحیت و قبول کی رمق موجود ہوتی ہے جب کہ اکثر قبائل بجائے اس کے عام طور پر آنحضرت کی باتوں کا مذاق اڑاتے تھے اور ایذا رسانی پر آمادہ ہوتے تھے۔ یثرب کی سرزمین کی ایک جماعت خوش قسمتی سے اس صدا سے متاثر ہو گئی اور اُنھوں نے قلب سے حق کو قبول کر کے آپ کی امداد و نصرت کا وعدہ کر لیا۔ یہ تھا انصار کا پہلا گروہ جو شرفِ اسلام سے مشرف ہوا اور پھر اُنھوں نے اپنے شہر جا کر رسول کا پیغام پہنچایا اور بہت سے افراد نے غائبانہ آپ پر ایمان اختیار کیا۔ دوسرے سال اُن میں کے بارہ آدمی رسول سے آ کر ملے اور آپ سے عقائدِ اسلامیہ کی تعلیم حاصل کی اور تیسرے سال ستّر آدمیوں نے حاضر ہو کر اس سعادت کو حاصل کیا۔ اب مدینہ میں اسلام کافی طور پر پھیل گیا اور لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے لگے جن میں سے اکثر صرف تعلیماتِ اسلامی سے متاثر ہو کر اس سعادت کو حاصل کر رہے تھے اور ابھی ان کو آنکھوں سے رسول کے چہرۂ مبارک کی زیارت نصیب نہ ہوئی تھی۔

مدینہ کی طرف ہجرت | یثرب میں اسلام کی کامیابی کی خبریں سُن سُن کر اہلِ مکہ کا غیظ و غضب بڑھتا جاتا تھا اور روزانہ مسلمانوں کو اور زیادہ ناقابلِ برداشت تکلیفیں پہنچانے لگے۔ آخر رسولِ خدا نے اُن کو

یثرب کی جانب ہجرت کی اجازت دی اور رفتہ رفتہ اکثر مسلمان مکہ سے نکل گئے صرف رسول خداؐ، علی مرتضیٰؑ اور چند دوسرے مسلمان باقی رہ گئے اب مشرکین کو یقین ہو گیا کہ رسالت مآب کو بھی یثرب میں ایک محفوظ ٹھکانا حاصل ہو گیا ہے اگر یہ خود بھی وہاں پہنچ جائیں گے تو ہمارے مقابلہ میں ان کو بڑی طاقت حاصل ہو جائے گی اس لیے دارالندوہ میں جمع ہو کر آپس میں مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ رات کے وقت آپ کے گھر کو گھیر کر آپ کے چراغ زندگی کو خاموش کر دیا جائے!

حضرت رسولؐ کو اس کی اطلاع پہنچ گئی اور آپ نے طے فرما لیا کہ آپ اپنے بستر پر علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو لٹا کر خود مخفی طریقہ سے زمین مکہ کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف روانہ ہو جائیں چنانچہ حضرت علی ابن ابی طالب نے اپنے کو خطرے میں ڈال کر رسولؐ کے بستر پر آرام کیا اور حضرت دشمنوں کی نگاہوں سے مخفی رہ کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے اس اہم واقعہ کو ہجرت کہتے ہیں اور اسی سے مسلمانوں میں ہجری تاریخ کی ابتدا ہوئی ہے جسے اس وقت تک تیرہ سو ستر برس پورے ہو چکے ہیں۔

مسجد نبوی کی تعمیر سب سے پہلا کام جو رسولؐ نے مدینہ پہنچ کر کیا وہ مسجد نبوی کی تعمیر تھی جس میں تمام مسلمانوں کے ساتھ خود رسولؐ بھی پتھر اٹھا اٹھا کر لانے میں شریک تھے شروع شروع میں ایک قد آدم اونچی چار دیواری پر اکتفا کی گئی پھر جب نمازیوں کو گرمی سے تکلیف ہوئی تو شاخہائے درخت خرما کا ایک سائبان ڈلوا دیا لیکن چھت باوجود اصحاب کے اصرار کے بنوانا پسند نہیں فرمائی۔ اس مسجد کے گرد چھوٹے چھوٹے مکانات اپنے اعزا اور چند اصحاب کے لیے بنوائے جن کے دروازے پہلے مسجد ہی میں کھلتے تھے مگر بعد کو سوائے حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے اور سب کے دروازے مسجد کی طرف بند کر دیے گئے اور آمد و رفت باہر سے قرار دے دی گئی۔

جہاد جب قریش کو معلوم ہوا کہ رسولؐ خیریت سے مدینہ پہنچ گئے اور ان کا مذہب دن دونی ترقی کر رہا ہے تو ان کی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہو گئی اور وہ مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ

مل کر کوششیں کرنے لگے کہ اس بڑھتی ہوئی طاقت کو کچل دیں۔ اس کے نتیجہ میں حضرت کو مشرکین قریش
اور یہودیوں کے ساتھ بہت سی لڑائیاں لڑنا پڑیں جن میں سے اہم موقعوں پر حضرت خود فوج
اسلام کے ساتھ تشریف لے گئے۔ ایسی مہموں کو "غزوہ" کہتے ہیں اور جن موقعوں پر آپ اپنے اصحاب
میں سے کسی کو فوج کا سردار بنا کر بھیج دیا کرتے تھے، ان کو "سریہ" کہا جاتا ہے غزوات کی مجموعی
تعداد چھبیس (۲۶) ہے جن میں بدر، احد، خندق، خیبر اور حنین بہت مشہور ہیں اور سریوں کی
تعداد چھتیس (۳۶) تھی جن میں سب سے مشہور جنگ موتہ ہے جس میں جعفر طیار شہید ہوئے۔

صلح حدیبیہ بدر و احد کی لڑائیوں کے بعد جب کچھ عرصہ تک مشرکین مکہ کی طرف سے
کوئی جنگی کارروائی نہیں ہوئی تو ہجرت کے چھٹے سال حضرت نے مکہ معظمہ کے حج کا ارادہ کیا اور
مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے مگر جب قریشیوں کو رسول کی آمد کی اطلاع
ہوئی تو وہ مکہ سے باہر نکل کر رسول کا راستہ روکنے پر تیار ہو گئے اور انھوں نے کہا کہ ہم اپنی آنکھوں
سے آپ کا شہر مکہ میں ورود نہیں دیکھ سکتے۔ مکہ والوں کا یہ جارحانہ اقدام دیکھ کر رسول نے امن پسندی
سے کام لیتے ہوئے ان کے ساتھ ایک تحریری صلح نامہ کر دیا۔ اس صلح نامہ کے کاتب حضرت علی بن ابی طالبؑ
تھے اس کے شرائط حسب ذیل تھے۔

(۱) رسول اس سال مع اپنے متبعین کے بغیر حج کیے ہوئے واپس جائیں۔

(۲) دس سال تک آپس میں کوئی جنگ نہ ہو۔

(۳) اگر مکہ والوں میں سے کوئی جا کر مسلمانوں میں شامل ہو جائے تو مسلمانوں کا یہ فرض ہوگا کہ وہ اسے واپس کر دیں۔

(۴) اگر کوئی مسلمان بھاگ کر مشرکین کے پاس آ جائے تو وہ واپس نہیں کیا جائے گا۔

(۵) عرب کے تمام قبیلوں کو اختیار ہے کہ چاہے وہ رسول اسلام کے ساتھ معاہدہ کر لیں یا مکہ والوں
کے ساتھ ہو جائیں۔

(۶) سال آئندہ مسلمانوں کو مکہ کی زیارت کا حق حاصل ہوگا لیکن وہ وہاں تین روز سے زیادہ قیام نہیں کر سکیں گے

(۷) مسلمان اس موقع پر اپنے سفری اسلحہ کے ساتھ ہی آئیں اور ان کو غلاف میں رکھ کر آ سکیں گے۔

بعض مسلمان اس معاہدہ کے غیر منصفانہ شرائط پر بڑی ناراضگی کا اظہار کر رہے تھے مگر حضرت رسول اللہ نے اس لیے کہ جارحانہ حملہ کا الزام آپ پر نہ آئے ان شرائط پر صلح کر کے مکہ سے واپسی اختیار کی اور دوسرے سال معاہدہ کے مطابق حج کے لیے تشریف لے گئے اور حسب معاہدہ تین دن کے بعد مکہ کو چھوڑ دیا اور مدینہ واپس چلے گئے۔

فتح مکہ: کچھ ہی عرصہ کے بعد مکہ والے اس معاہدہ پر جو رسول اللہ صلعم کے ساتھ کیا گیا تھا قائم نہیں رہے اور قبیلہ خزاعہ کو جو پیغمبر اسلام کا حلیف تھا بکر کے قبیلہ نے جو مشرکین کا حلیف تھا تہ تیغ کر دیا جب حضرت کو یہ معلوم ہوا تو آپ اپنے حلیف قبیلہ کی امداد کے لیے فوراً روانہ ہو گئے اور دس ہزار مسلمانوں کی فوج کے ساتھ مکہ کے قریب پہنچ کر خیمہ زن ہوئے مشرکین میں اب مقابلہ کی طاقت باقی نہ تھی انھوں نے ہتھیار ڈال دینا مناسب سمجھا اور ماہ رمضان ۸ ہجری میں آپ فاتحانہ شان سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اب پیغمبر اسلام کا رحم و کرم دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ان لوگوں کی جنہوں نے آپ کو سخت تکلیفیں پہنچائی تھیں جن کی وجہ سے آپ کو اپنا وطن عزیز چھوڑنا پڑا تھا فتح مکہ کے وقت تمام خطائیں معاف کر دی گئیں۔ فتح کے موقع پر جب لوگ آپ کی بیعت کر رہے تھے تو آپ نے ان سے پوچھا کہ بتاؤ تم مجھ سے کیا امید رکھتے ہو سب نے جواب دیا کہ ہمیں اچھائی ہی کی امید ہے آپ فیاض بھائی ہیں اور فیاض بھائی کے فرزند ہیں آپ نے فرمایا جاؤ تم لوگ آزاد ہو۔

دنیا کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ رسول خدا نے ابوسفیان کو اس کی بیوی ہندہ کو جس نے حضرت حمزہ کی شہادت کے بعد ان کا کلیجہ نکلوا کر چبایا تھا، وحشی کو جس نے حمزہ کو شہید کیا تھا عکرمہ ابوجہل کے بیٹے اور ایسے ہی کئی اشخاص کو جنہوں نے سخت اذیتیں پہنچائی تھیں اور شدید جرائم کے مرتکب ہوئے تھے آج ظاہری اسلام قبول کرنے کے بعد بغیر کسی شرط کے معاف کر دیا مختصر یہ کہ حضرت نے ڈیڑھ ماہ مکہ میں قیام

فرمایا اور ملکی انتظام کے لیے وہ اصول جاری کیے جو مہذب قوموں کی تہذیب کی آج بھی نشانی بن سکتے ہیں حجۃ الوداع ۱۰ھ میں حضرت نے اپنی زندگی کا آخری حج کیا ہزاروں مسلمانوں کے ساتھ بڑی شان و شوکت کے ساتھ ارکان حج ادا کیے۔

واپسی میں بمقام غدیر خم پر تمام اطراف و جوانب کے مسلمانوں کے مجمع میں یادگار تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے اپنی وفات کے قریب ہونے کی دردناک خبر سناتے ہوئے ان سے اس طرح اقرار لیا کہ میں تمہارے بارے میں خود تم سے زیادہ اختیار رکھتا ہوں یا نہیں جب سب نے تسلیم کیا کہ بے شک آپ ہم پر ہم سے زیادہ اختیارات رکھتے ہیں تو آپ نے حضرت علی بن ابی طالب کا ہاتھ پکڑ کر مجمع کے سامنے اونچا کیا اور فرمایا کہ جو اختیارات مجھے تمہاری نسبت حاصل ہیں وہی علی کو تمہاری نسبت حاصل ہوں گے۔ اس طرح آپ نے اپنے بعد کے لیے اپنے جانشین کے نام کا اعلان فرمایا۔ مسلمانوں نے اس پر بڑی خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا اور عام طور سے اس وقت علیؑ رسول کے جانشین تسلیم کر لیے گئے۔

اصول تعلیم اور اخلاق وخصائل: پیغمبر اسلام کی تعلیم کا خاص جوہر تمام افراد انسانی کی نگاہ کو مادیت کے احاطہ سے نکال کر ایک غیبی طاقت کی طرف متوجہ کرنا تھا جس کے لحاظ سے تمام افراد انسانی یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ خالق کی توحید اور خلائق کا اتحاد، یہی وہ بنیادی اصول تھیں جن پر حقوق اللہ و حقوق الناس کی عمارت بلند ہوئی اور تاریخ انسانی میں پہلے پہل شہری اور انسانی حقوق پورے طور پر عام انسانوں کو بالعموم عطا ہوئے جن سے وہ قومیت، رنگ، جنس یا غربت و فلاکت کی بنا پر محروم رکھے جاتے تھے۔ اس نے پہلے کے تمام تفوق اور بلندی کے امتیازات مٹا کر ایک نیا امتیاز کا معیار قائم کیا اور وہ یہ کہ فضیلت اعمال و افعال کی بنا پر حاصل ہوتی ہے۔ جو شخص فرد نفس انسانی کو سب سے زیادہ انعام دیتا ہو وہ سب سے بہتر ہے۔

اخلاق پر بہت زور دیا۔ حضرت فرماتے تھے کہ "میں بھیجا گیا ہوں صرف اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے" آپ کے ذاتی اخلاق وخصائل بھی اسی مقصد کے ترجمان تھے آپ اتنی بڑی اسلامی جماعت کے سردار ہوتے ہوئے فقراء کے ساتھ زانو سے زانو ملا کر بیٹھتے اور ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاتے تھے رات رات بھر

عبادت خدا ہوتی تھی اتنی کہ پیروں پر ورم آجاتا تھا اور دن بھر قبائل عرب اور مختلف شہروں کے وفود سے ملاقاتیں ہوتی تھیں، مسائل کا تصفیہ ہوتا تھا اور بڑے بڑے قضیے حل کیے جاتے تھے۔ ایک انگریز مورخ (باسورتھ سمتھ) نے لکھا ہے کہ تاریخ میں محمد کی ہستی بیک وقت میں تین فرائض انجام دیتی ہوئی نہیں مل سکتی یعنی یہ کہ محمد ایک قوم کے بانی ہوئے۔ ایک نئے نظام سلطنت کے بانی ہوئے اور ایک مذہب کے بانی ہوئے ہیں۔ ایسی مثال کوئی دوسری نہیں مل سکتی اس کے ساتھ آپ نے کبھی اپنے کو بادشاہ کہا جانا یا سمجھا جانا پسند نہیں کیا بلکہ اس سے انکار فرمایا۔

ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جوں ہی آپ کے سامنے کھڑا ہوا ہیبت سے کانپنے لگا۔ آپ نے فرمایا مت ڈر کیونکہ میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں میں ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھے ہوئے گوشت کو چورا کر کے کھانا کھایا کرتی تھی اسی مناسبت سے آپ کی عادتیں نہایت سادہ تھیں خرید کے وقت فرزندوں کی طرح کام کرتے بازار سے اپنا سودا خرید کر لاتے بلکہ ہمسایوں کو بھی خرید کر لا دیتے تھے عفو و کرم آپ کا خاصہ تھا بخشش کرنا ہیبت کے ساتھ پرورش کرنا اور عزم و اطمینان کے ساتھ عمل کے جادہ پر قائم رہنا آپ کی سیرت میں نمایاں تھا۔

آپ کا عمل آپ کی تعلیم کا مفسر اور آپ کی تعلیم آپ کے عمل کا خلاصہ تھی آپ کے طرز بیان کی خاص خصوصیت جامعیت تھی۔ چھوٹے چھوٹے جملوں میں آپ نے وہ اصول ودیعت کر دیے ہیں جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کرتے ہیں۔

قرآن مجید | قرآن حقائق و معارف کا وہ خزانہ اور حیات انسانی کا وہ مکمل دستور ہے جو آپ کے ذریعے اہل عالم کی ہدایت کے لیے پیش ہوا اور کروڑوں کروڑ انسانوں نے اس وقت سے اب تک اس کی تعلیمات سے فیض حاصل کیا اور ہزاروں ایسے افراد نے بھی جو مذہبی طور سے اس پر ایمان کا اقرار نہیں رکھتے اس کی بلندی کا اعتراف کیا ہے۔

وفات | دوشنبہ کا دن دوسری ربیع الاول یا ایک قول کی بنا پر ۲۸ صفر کی وہ قیامت خیز تاریخ تھی جب چند روز بیمار رہنے کے بعد مصلح عالم پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ آپ کی حسب وصیت آپ کے بھائی اور جانشین حضرت علی بن ابی طالب نے آپ کی تجہیز و تکفین فرمائی اور آپ کی مسجد کے پاس اسی حجرہ میں جہاں آپ کی وفات ہوئی تھی دفن کیا۔

مدینہ منورہ میں آپ کا قبۂ خضرا مسلمانان عالم کی زیارت گاہ ہے۔ جہاں وہ مکہ معظمہ کے حج سے پہلے یا بعد جاتے ہیں اور مسجد نبوی و روضۂ رسول کی زیارت کا شرف حاصل کرتے رہتے ہیں۔

رسالہ نمبر ۱۱۱ - امامیہ مشن لکھنؤ

مطبوعہ سرفراز قومی پریس لکھنؤ